JIBAS (The International Journal of Islamic Business, Administration and Social Sciences) (Quarterly) Trilingual (Arabic, English, Urdu)
ISSN: APPLIED FOR (P) & (E)
Home Page: http://jibas.org
Approved by HEC in Y Category
Indexing: IRI (AIOU), Australian Islamic Library, Euro pub.
PUBLISHER HABIBIA RESEARCH ACADEMY
Project of **JAMIA HABIBIA INTERNATIONAL,** Reg. No: KAR No. 2287 Societies Registration Act XXI of 1860 Govt. of Sindh, Pakistan.
Website: www.habibia.edu.pk,
This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

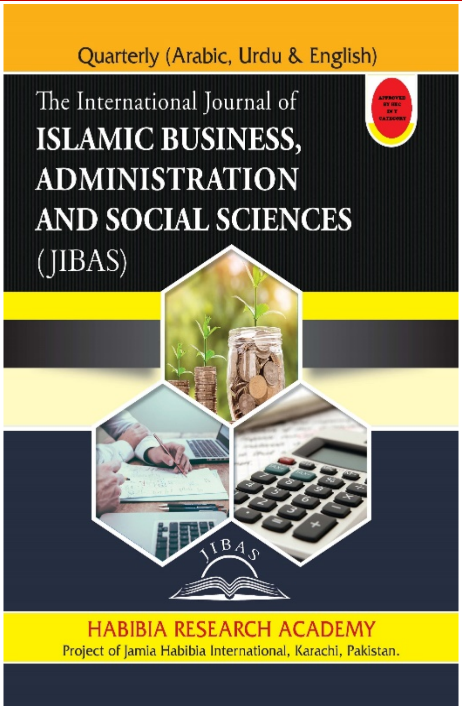

TOPIC:

OPINIONS OF THE RELIGIOUS SCHOLARS OF THE SUBCONTINENT REGARDING OWNERSHIP IN ISLAMIC ECONOMICS

اسلامی معاشیات میں ملکیت کے تصور کے حوالے سے برصغیر کے علماء کی آراء

AUTHORS:

1. *Dr. Muhammad Ishaq, Asst. Prof. Dept. Of Usooluddin, University of Karachi. Email ID: dr.ishaqalam@gmail.com Orcid ID: https://orcid.org/0000-0001-9725-2164*
2. *Dr. Zain- ul-Abdin Arijo, Assistant Professor, Shah Abdul Latif University, Kairpur. Email: zain.arijo@salu.edu.pk ORCID ID: https://orcid.org/0000-0002-3694-2329*
3. *Dr. Sadaf Fatima, Asst. Professor, Department of Urdu, University of Karachi. Email: Dr.Sadaffatima@hotmail.com ,ORCID ID:https://orcid.org/0000-0002-0557-2644*

How to Cite: *Ishaq, Muhammad, Zain- ul-Abdin Arijo, and Sadaf Fatima. 2021. "URDU 4 OPINIONS OF THE RELIGIOUS SCHOLARS OF THE SUBCONTINENT REGARDING OWNERSHIP IN ISLAMIC ECONOMICS: اسلامی معاشیات میں ملکیت کے تصور کے حوالے سے برصغیر کے علماء کی آراء". International Journal of Islamic Business, Administration and Social Sciences (JIBAS) 1 (3):55-66.*
https://doi.org/10.47720/jibas.2021.0503u05.
URL: https://jibas.org/index.php/jibas/article/view/30.
Vol. 1, No.3 || July –September2021 || P. 55-66
Published online: 2021-09-30

QR. Code

OPINIONS OF THE RELIGIOUS SCHOLARS OF THE SUBCONTINENT REGARDING OWNERSHIP IN ISLAMIC ECONOMICS

اسلامی معاشیات میں ملکیت کے تصور کے حوالے سے برصغیر کے علماء کی آراء

Muhammad Ishaq, Zain- ul-Abdin Arijo, Sadaf Fatima

ABSTRACT:

The matter of individual and collective ownership is clearly defined in Qur'an and Hadith. The Religious Scholars and Researchers of subcontinent, in the light of Qur'an and Hadith, admit the subject of both individual and collective ownership. A person can be an owner of movable or immovable property, consumables or factors of production. The government cannot snatch the personal property from a person. However, in the matter of collective property in which everyone has an equal share such as water in rivers and oceans and the fish in them, timber from forests etc. All these things can only become the personal property of someone if he/she works hard to get them. Otherwise, until the water and fish are in rivers and oceans, everyone is an equal owner of them. He/she who works hard to get them will become the owner of them. There are detailed opinions of scholars on this subject, which are given in this thesis.

KEYWORDS: *Ownership, Islamic Economic, Religious scholar.*

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انسان کی فطرت کچھ یوں بنادی ہے کہ یہ برتری کی جانب سبقت کرتا ہے۔اس کی شب وروز کی محنت اور ساری مشقت اسی مقصد کے لئے ہوتی ہے اور نظر بھی آتی ہے۔اس مقصد کے لئے کبھی یہ دوسروں سے لڑ بھی جاتا ہے۔ قتل وغارت گری پر اتر آتا ہے۔ حسد کرتا ہے۔اس کی یہ فطرت کیوں بنائی گئی؟اس کے پیچھے کیا حکمت کار فرما ہے؟اللہ تعالیٰ نے اسے بنایا ہی عروج وسربلندی کی خاطر ہے۔ اس میں ایسی صلاحیتیں رکھیں کہ انہیں بروئے کار لا کر یہ دنیا پر حکمرانی کرے،احکامات صادر کرے اور اس کے عروج کی روشنی میں دنیا کا نظم چلے۔اللہ تعالیٰ نے اسے اپنا نمائندہ بنایا تاکہ یہ دنیا پر خلافت قائم کرے،خدا کی زمین پر خدا کا بنایا ہوا قانون نافذ کرے۔ چنانچہ اسے تصرفات کا حق دیا گیا۔اشیاء کو اپنے ماتحت لینے کا مکمل حق دیا گیا۔یہی وجہ ہے کہ اسلامی معاشی تصورات میں یہ تصور پایا جاتا ہے کہ فرد اپنی ملکیت میں اشیاء رکھ سکتا ہے۔کچھ چیزیں اجتماعی نظم میں ہوتی ہیں جن پر فرد کی ذاتی اجارہ داری کسی صورت تسلیم نہیں اور وہ ہمیشہ اجتماعی ملکیت میں ہی ہوتی ہیں جیسے سمندروں اور دریاؤں کا پانی اور ان کی مچھلیاں اور جنگلات وغیرہ۔ ہم یہاں سرمایہ دارانہ اور اشتراکی معاشی نظام سے ہٹ کر صرف اسلامی معاشی نظام کی ہی بات کریں گے اور اس مقالہ میں اہل علم اور محققین کی آراء سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کریں گے کہ اسلامی معاشی نظام میں فرد کو ذاتی ملکیت کا حق دیا گیا ہے جسے محققین بھی تسلیم کرتے ہیں۔انفرادی اور اجتماعی ملکیت دونوں طرح کی ملکیتوں کے حوالے سے اہل علم کی واضح آراء موجود ہیں۔ ترتیب وار دونوں کا ذکر مناسب ہوگا۔

انفرادی ملکیت کے جواز پر فتاویٰ اور آراء:

انسان ذاتی اور نجی ملکیت میں بھی اشیاء رکھ سکتا ہے،اسے اس طرح کرنے کا حق واختیار ہے۔ ظاہر ہے کہ فرد کو یہ اختیار قرآن حکیم کی آیات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی روشنی میں دیا گیا ہے۔ اگر اہل علم اس سلسلے میں اپنی رائے کا اظہار فرماتے ہیں تو یقیناً وہ ان بنیادی

ماخذ کی روشنی میں ہی فرماتے ہیں۔اس حوالے سے عرب و عجم کے اہل علم نے کافی کچھ لکھا ہے لیکن ہم ذیل میں بطور نمونہ چند علمی شخصیات کی آراءاور فتاوی پیش کرتے ہیں۔

نامور ماہر اقتصادیات مفتی محمد تقی عثمانی اپنی کتاب ''ملکیت زمین اور اس کی تحدید''میں تحریر فرماتے ہیں:

"لہٰذا یہ تصور درست نہیں کہ کسی شخص کا دولت مند ہونا یا کارخانوں اور زمینوں کا مالک ہونا بذات خود ہر حالت میں کوئی عیب یا گناہ ہے۔یہ عیب اور گناہ اس وقت بنتا ہے جب انسان اس کے ذریعے دوسروں پر رزق کے دروازے بند کرے،جب حق دار کو اس کا حق نہ دے،جب دوسروں کے حق پر ڈاکہ ڈال کر اپنی تجوری بھرنے کی کوشش کرے،جب حصول دولت کی دوڑ میں حلال اور حرام اور جائز اور ناجائز کی فکر چھوڑ بیٹھے اور جب اپنے مال پر عائد ہونے والے شرعی واجبات اور حقوق کو پامال کرنے لگے "(1)

مفتی عبدالسلام چاٹگامی ''جواہر الفتاوی''میں تحریر فرماتے ہیں:

"واضح رہے کہ اسلام نے انفرادی و شخصی ملکیت کو نہ صرف تسلیم کیا ہے بلکہ افراد کی املاک کی حفاظت اور حمایت بھی کی ہے۔چونکہ تمدنی وسماجی زندگی کے لئے انفرادی املاک کی منتقلی ضروری ہے تو اس کے لئے اسلام نے قوانین اور اصول بھی مقرر کئے ہیں۔بیع وشراء یعنی خرید و فروخت، ہبہ، صدقہ، وقف، وصیت اور وراثت وغیرہ کے احکام بھی انفرادی املاک کو ایک دوسرے کے ہاں منتقل کرنے کی غرض سے نافذ کئے گئے ہیں "(2)

بالا حوالوں سے واضح ہوا کہ اسلام مال وزر کے حصول سے فرد کو منع نہیں کرتا اور یہ مال فرد کے حق میں کوئی عیب بھی نہیں۔اور اشیاء پر انسان کی شخصی اور انفرادی ملکیت کو تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ اسلام ایسے قوانین بھی وضع کرتا ہے جس کے ذریعے سے وہ اشیاء انسان کی ذاتی ملکیت میں رہیں اور پھر ان کے جذبات کے مطابق ایک دوسرے کی طرف منتقل بھی ہو سکیں۔

علاوہ ازیں انسان جب تک چاہے اپنی مملوکہ شے اپنے پاس رکھے،اسے اس کی اجازت ہے۔اس کی ملکیت اس شے پر کسی معینہ وقت تک کے لئے نہیں ہوتی،جیسا کہ مفتی کفایت اللہ دہلویؒ انگریز کے موروثی قانون کے خلاف فتوی دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"موروثی کا قانون غیر شرعی ہے۔مالک جو فی الحقیقت زمین کا مالک ہے اور اس کے پاس بطور وراثت یا بذریعہ خرید یا ہبہ کے کوئی زمین آئی ہے۔وہ اپنے اختیار اور رضامندی سے کسی کو کاشت کی غرض سے یا سکونت کے واسطے یہ زمین اجرت مقررہ پر دینے کا حق اور اختیار رکھتا ہے۔اور جب چاہے بعد میعاد اجارہ ختم ہونے کے آگے کو نہ دے بھی اسے اختیار ہے۔انگریزی حکومت نے جو ایک خاص مدت کے بعد کاشتکار کو موروثی قرار دیدیا ہے یہ شریعت اسلامیہ کے خلاف ہے "(3)

یہ موروثی قانون انگریز نے بنایا تھا جس کے خلاف مفتی کفایت اللہ دہلویؒ نے مذکورہ فتوی دیا کہ یہ قانون کسی بھی جگہ شریعت اسلامیہ سے جوڑ نہیں رکھتا۔اور فرمایا کہ جو اس زمین کا اصل مالک ہے اسی کے پاس اس کا مکمل حق اور اختیار ہے،اس کی اجازت کے بغیر کوئی کاشتکار اس

زمین کا مالک نہیں ہو سکتا۔ ظاہر سی بات ہے کہ بغور دیکھا جائے تو فرد کی ملکیت کا حق تسلیم کرتے ہوئے اسے یہ اختیار دیا جارہا ہے اور یہی وجہ ہے کہ انگریز کے بنائے گئے قانون کو اس فرد کے حق کے منافی قرار دیا جارہا ہے۔

مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی رحمۃ اللہ علیہ کا اس سلسلے میں بھرپور کام ہے، اپنی کتاب "اسلام کا اقتصادی نظام" میں کچھ اس طرح رقم طراز ہیں:

"اسلام لوگوں کو ذاتی ملکیت سے نہیں روکتا اور وہ ایسے اقتصادی نظام کو تسلیم نہیں کرتا جس میں اشخاص وافراد کو اشیائے منقولہ کے علاوہ زمین اور ذرائع پیداوار پر کسی حیثیت اور کسی حالت میں بھی حق ملکیت حاصل نہ ہو اور وہ اس طریقہ کار کو غیر فطری اور ایسے نظام کو ناقص اور غیر مطمئن نظام سمجھتا ہے"(4)

دراصل مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی رحمہ اللہ اس سلسلے میں سوشلزم کا رد کر رہے ہیں کہ ان کے ہاں اشیائے صَرف پر تو فرد کی ذاتی ملکیت تسلیم کی جاتی ہے لیکن ذرائع پیداوار یعنی زمین اور کارخانہ وغیرہ پر ان کے نزدیک انسان کی شخصی ملکیت مسلم نہیں ہے۔ البتہ اسلامی معاشی نظام میں اس حوالے سے کوئی دورائے نہیں ہیں۔ اسلامی معاشی نظام میں اس کا اطلاق اشیائے صَرف اور ذرائع پیداوار دونوں پر ہوتا ہے۔ محنت سے کمائی ہوئی آمدنی اور بغیر محنت سے حاصل کی گئی آمدنی بھی اسی کے تحت آتی ہے۔ اسلام اس میں کوئی فرق نہیں رکھتا۔ چنانچہ اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے مفتی محمد تقی عثمانی اپنی کتاب ''عدالتی فیصلے'' کی جلد دوم میں تحریر فرماتے ہیں:

"قرآن کریم جس معاشرے میں نازل ہوا وہاں اشیائے صَرف اور وسائل پیداوار دونوں پر انفرادی ملکیت کو تسلیم کیا جاتا تھا اور اسی کے مطابق معاملات جاری تھے۔ قرآن کریم نے انفرادی ملکیت کے اس اصول میں عملاً کوئی تبدیلی پیدا نہیں فرمائی، البتہ کئی مقامات پر یہ واضح فرمایا کہ زمین وآسمان کی تمام اشیاء پر حقیقی ملکیت اللہ تعالیٰ کی ہے وہی ان اشیاء کا خالق اور ان کا حقیقی مالک ہے، اور اس مالک حقیقی نے یہ چیزیں انسانوں کو عطا فرمائی ہیں جس کے نتیجے میں وہ دنیاوی احکام و معاملات کے لحاظ سے ان اشیاء کے مالک قرار پا گئے ہیں اور ان کو ان مملوکہ اشیاء پر تمام مالکانہ حقوق حاصل ہو گئے ہیں''(5)

اسلامی معاشی نظام کو مغرب کے سامنے بیان کرنے میں اہم کردار مولانا ابوالاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ کا بھی ہے، وہ لکھتے ہیں:

"اسلام میں یہ تصور موجود نہیں ہے کہ ذرائع پیداوار اور اشیائے صرف کے درمیان فرق کرکے ذرائع پیداوار کو شخصی ملکیت سے ساقط کر دیا جائے اور محض اشیائے صرف کی حد تک اس کو محدود کر دیا جائے۔ اسلامی نقطہ نظر سے ایک شخص جس طرح کپڑے اور برتن اور گھر کا فرنیچر رکھنے کا مجاز ہے اسی طرح وہ زمین اور مشین اور کارخانے رکھنے کا بھی مجاز ہے"(6)

اس بات کی وضاحت ہو گئی کہ سوشلزم کی طرح اسلام میں انسان کی شخصی اور انفرادی ملکیت میں اشیائے صرف اور ذرائع پیداوار کے مابین بھی کوئی فرق نہیں پایا جاتا ہے۔ انسان کپڑے، برتن اور گھر کے فرنیچر کی طرح ان اشیاء کو اپنے قبضہ میں لے کر تصرف کر سکتا ہے۔

مفتی محمود الحسن گنگوہی رحمہ اللہ ''فتاوی محمودیہ'' میں تحریر فرماتے ہیں:

"بغیر اجازت مالک کے پتے توڑنا اور فروخت کرنا منع ہے۔ ایسے لوگوں سے پتے خریدنا بھی منع ہے"(7)

کسی کی مملوکہ شے میں غیر کو تصرف کا حق حاصل ہی نہیں ہے۔ مالک کی اجازت کے بغیر توڑے ہوئے پتوں کا فروخت کرنا اسی وجہ سے ممنوع قرار پایا۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ انسان کی انفرادی ملکیت کا کس قدر لحاظ رکھا گیا ہے۔ اور ایسے لوگوں سے پتوں کی خرید سے بھی منع کر دیا گیا تاکہ اس برائی کا سد باب کیا جاسکے۔ اس سے فائدہ یہ ہوگا کہ فرد کو اس کا اختیار مل جائے گا۔

اور پھر انفرادی ملکیت کے حوالے سے مذہبِ اسلام مسلم اور غیر مسلم کے درمیان بھی فرق نہیں کرتا بلکہ ایک ہی طرح کا قانون بیان کرتا ہے کہ جس طرح ایک مسلمان کسی شے کا مالک ہو سکتا ہے اور اس پر اپنی ملکیت کا دعوی کر سکتا ہے اسی طرح ایک غیر مسلم بھی کسی شے کا مالک بن سکتا ہے اور اپنی ملکیت ثابت کرنے کے لئے اس پر دعوی بھی کر سکتا ہے۔ جیسا کہ مفتی کفایت اللہ دہلویؒ نے ''کفایت المفتی''میں یہ سوال کہ کیا کسی ہندو سے اس کی زمین چھین کر کسی مسلمان کو مسجد بنانے کے لئے دی جاسکتی ہے؟ کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

"اگر ہندو اس زمین کا جائز طور پر مالک ہو اور حاکم اس پر جبر کر کے اس کی رضامندی کے بغیر مسلمان کو وہ زمین دیدے تو ایسی زمین پر مسجد بنانی جائز نہیں"(8)

کسی کمپنی کے پلاٹ پر مسجد بنانے کے جواب میں لکھتے ہیں:

"مسلمان اس زمین پر عارضی طور پر مسجد بنا سکتے ہیں۔ اگر کمپنی وہ زمین مسلمانوں کو تملیک کے طور پر دیدے اور اپنا حق ملکیت اٹھالے تو مسلمان اس کو مستقل طور پر مسجد بنا کر بھی کام میں لا سکتے ہیں۔ اور اگر ملکیت کمپنی اپنی رکھے تو عارضی طور پر اس میں نماز پڑھ سکتے ہیں"(9)

اندازہ لگائیے کہ مسجد بنانے کے لئے بھی کسی مسلمان یا ہندو کی زمین اس کی اجازت کے بغیر نہیں لی جاسکتی اور اس مقصد کے لئے حاکم وقت بھی کسی پر جبر نہیں کر سکتا، مسلمان پر اور نہ ہی کسی غیر مسلم پر، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام انسان کی شخصی اور انفرادی ملکیت کو کتنی اہمیت دیتا ہے۔

مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ تعالیٰ ''خیر الفتاوی''میں مسجد تنگ ہونے کی صورت میں پڑوسیوں کی زمین معاوضہ دے کر جبری لینے کے بارے میں فتوی دیتے ہیں:

"اگر صرف رمضان المبارک کے جمعہ میں لوگوں کو تنگی ہوتی ہو تو اس کے رفع کرنے کا کوئی دوسرا انتظام کرنا چاہیے۔ پڑوسیوں کے مکانات جبراً لے کر مسجد میں شامل کرنا درست نہیں ہوگا۔ البتہ انہیں رضامند کر لیا جائے تو جواز ظاہر ہے۔ مسجد کے لئے جبراً اراضی حاصل کرنے کا حکم اس صورت میں ہے جبکہ شہر میں دوسری مسجد نہ ہو"(10)

یہ فرد کے حقوق کی رعایت ہی ہے کہ اگر مسجد تنگ ہے تو معاوضہ دے کر بھی اس سے اس کی زمین مسجد کی توسیع کے لئے جبری لینا درست نہیں ہے۔ ہاں البتہ اگر شہر میں اس کے علاوہ کوئی اور مسجد نہیں ہے تو اس صورت میں حاکم معاوضہ دے کر پڑوسی سے اس کی زمین جبری لے سکتا ہے، لیکن اگر دوسری مسجد موجود ہے تو پھر مالک کی رضامندی کا خیال رکھا جائے گا اور اس کی خوشی کے بغیر اس کی زمین مسجد کی توسیع کے لئے لینا جائز نہ ہوگا۔

اپنے دور کے مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ ''فتاوی دارالعلوم دیوبند''میں مشترکہ زمین میں مسجد بنانے سے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

"یہ جگہ مشترکہ ہے دونوں بھائیوں کی اولاد میں لہٰذا کسی ایک شریک کے وقف کردینے سے اور مسجد بنادینے سے یہ جگہ مسجد شرعی نہیں ہوئی۔ جب تک کہ تمام شرکاء بعد بالغ ہونے کے اپنی خوشی سے مسجد بنانے کی اجازت نہ دیں اس وقت تک یہ جگہ مسجد شرعی نہیں ہوسکتی"(11)

مشترکہ زمین میں ایک شریک اگراپنا حصہ مسجد بنانے کے لئے وقف کردے تو اس کا بھی اعتبار نہیں ہوگا تاوقتیکہ تمام شرکاء اس پر اپنی رضاوخوشی کا اظہار نہ کردیں۔اگر شرکاء میں سے کوئی شریک نابالغ ہے تو اس کے نابالغ ہونے کی وجہ سے اس کی اجازت کا اعتبار نہیں ہوگا، بالغ ہونے کے بعد اجازت دے گا تو اس صورت میں یہ جگہ مسجدِ شرعی ہوگی۔

کسی کی مملوکہ زمین میں اس کی اجازت کے بغیر مسجد نہیں بنائی جاسکتی۔اس مسئلہ کے ساتھ ساتھ فقہاء کرام کے فتاوی سے اس بات کی صراحت بھی ملتی ہے کہ مالک کی اجازت کے بغیر اس کی زمین کو قبرستان بنانا اور اس میں کسی کی تدفین کرنا بھی جائز نہیں۔جیسا کہ مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ کے فتوی سے اس کا ثبوت فراہم ہوتا ہے، تحریر فرماتے ہیں:

"قبرستان جبکہ مسماۃ نجیب النساء کا مخصوص خاندانی قبرستان اور معافی کی زمین ہے اور مدنی شاہ کے دفن کی اجازت دینی اور گنبد بنانے کے وقت اقرار نامہ لکھانے کا ثبوت موجود ہے تو موجودہ تکیہ دار کا دعوی ناقابل سماعت ہے اور اس زمین میں بغیر اجازت ورثہ نجیب النساء کسی تصرف کا تکیہ دار کو اختیار نہیں ہے۔اور نہ اس میں مسجد بغیر اجازت ورثہ نجیب النساء بن سکتی ہے۔اور اگر زبردستی بنالی جائے تو وہ مسجد شرعی نہ ہوگی بلکہ مغصوبہ زمین کی طرح اس میں نماز مکروہ ہوگی"(12)

قبرستان اور مسجد دونوں مسلمانوں کی اجتماعی ضرورت کی جگہیں ہیں، دونوں جگہوں کی ہی اشد ضرورت ہوتی ہے لیکن اس اجتماعی ضرورت کی خاطر بھی فرد کی املاک کا احترام ملحوظ رکھنا لازم ہوگا۔اس کی اجازت کے بغیر زمین کو مسجد یا قبرستان میں تبدیل کرنا درست نہیں ہوگا اور اسے بھی غصب میں سے شمار کیا جائے گا۔

مفتی عبدالسلام چاٹگامی لکھتے ہیں:

"سربراہ مملکت کے لئے بھی اس بات کی اجازت نہیں کہ وہ کسی کی ذاتی اور شخصی املاک پر بلاعوض یا معمولی معاوضہ دے کر اس کی رضامندی کے بغیر قبضہ کرے خواہ کسی بھی مقصد سے ہو۔ شخصی املاک پر ظالمانہ قبضہ کرنا اور اس کو عامۃ الناس کا مشترکہ مال سمجھنا یہ کمیونسٹوں کا عقیدہ ہے۔ایسے نظریات کا اسلام کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں۔لہٰذا مالک زمین نے اگر زمین کو نہ بیچا ہو، نہ حکومت کو ہبہ یا عطیہ کیا ہو، نہ ہی کسی سبب سے انتقال ملک کیا ہو تو جبر واکراہ کے ساتھ شخصی املاک پر حکومت کا قبضہ کرنا کسی طرح درست نہیں سراسر ظلم ہے، جس کی اسلام میں قطعاً کوئی گنجائش نہیں۔

اسی لئے حکومت نے اس سلسلہ میں جو قانون بھی نافذ کیا ہے وہ شرعاً باطل اور غیر معتبر ہے۔البتہ حکومت مفاد عامہ کی خاطر مالکان اراضی کی رضامندی سے خواہ بالعوض ہو یا بلاعوض زمین لے کر فقراء ومساکین یا دوسرے مستحقین میں تقسیم کرسکتی ہے"(13)

تھوڑا سا آگے چل کر مزید لکھتے ہیں:

"الغرض جبر واکراہ کے ساتھ کسی کی ملکیت پر قبضہ کرنا خواہ کسی مقصد سے ہو غصب اور ظلم ہے اور غاصب کا ٹھکانہ جہنم ہے اور اس کو دردناک عذاب ہے۔لہٰذا سابقہ حکومت نے زمینداروں سے جوان کی شخصی املاک پر ناجائز قبضہ کرکے دوسروں پر تقسیم کیا ہے از روئے قرآن وسنت وفقہ اسلامی ناجائز اور حرام ہے۔اسی طرح جو زمین برائے نام معاوضہ دے کر مالکان اراضی کی رضامندی کے بغیر لی گئی ہے وہ بھی ناجائز ہے۔ حکومت کو چاہیے تو یہ تھا کہ امداد باہمی کی ترغیب دے کر زمینداروں کو راضی کرکے پورا معاوضہ یا مالکان اراضی کم سے کم جتنے معاوضے پر راضی ہوں اس پر زمین لیتی لیکن سابقہ حکومت نے اپنے مطلق عنانی کے جنون میں آکر ان چیزوں کی پرواہ نہ کی"(14)

مفتی عبدالسلام چاٹگامی نے کسی کی ذاتی ملکیت سے کوئی شے لے کر اس کو عامۃ الناس کے مشترکہ مال سمجھنے کو کمیونسٹوں کا نظام قرار دیتے ہوئے اسلام کے منافی قرار دیا اور کہا کہ اس سلسلے میں حاکم وقت کی جانب سے لوگوں سے ان کی زمینیں ان کی خوشی کے بغیر زبردستی لینا قرآن وسنت کے احکامات کے خلاف ہے اور سراسر ظلم ہے۔یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اسلام انسان کی انفرادی اور ذاتی ملکیت کو تسلیم کرتا ہے اور اس کی اجازت کے بغیر اس کی شے بالعوض یا بلاعوض لے کر کسی اور کو دینے کو سراسر ظلم بتلاتا ہے۔

مفتی مسعود احمد اس حوالے سے فتوی دیتے ہیں:

"بلا اجازت زید کے کسی شخص کو اپنا مردہ زید کے مملوکہ قبرستان میں دفن کرنا جائز نہیں اور نہ وہاں کھانا پکانا اور نہ اس طرف دروازہ کھولنا شرعاً جائز ہے۔اگر یہ لوگ بلا اجازت زید کے ایسا کریں گے تو سخت گناہ گار ہوں گے۔اور یہ حکم اسی وقت ہے جبکہ زید نے اس زمین کو دفن اموات کے لئے وقف نہ کیا ہو"(15)

اس پر مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ بطور تصدیق تحریر فرماتے ہیں:

"جواب صحیح ہے۔اگر وقف کردیا ہو جب بھی متولی وقف کی اجازت سے دفن کیا جاسکتا ہے"(16)

اگر مالک نے اپنی زمین دفن اموات کے لئے وقف نہیں کی ہے تو اس کی زمین میں اس کے مملوکہ قبرستان میں کسی اور کو دفن کرنا اس کی اجازت کے بغیر جائز نہیں۔ہاں اگر وہ اجازت دیدے تو درست ہے۔یقیناً یہ انسانی ملکیت کا جواز ہے جس کا اسلام قائل بھی ہے۔

مولانا خیر محمد جالندہری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"جب یہ جگہ سرکاری ملکیت ہے اور قبریں بلا اجازت بنائی گئی ہیں تو حکومت زمین ہموار کرکے اسے اپنی ضرورت کے لئے استعمال کرسکتی ہے"(17)

سرکاری زمین میں بھی حکومت کی اجازت کے بغیر کسی کی تدفین درست نہیں ہے۔ اگر تدفین کر دی تو حکومت کو اختیار حاصل ہے کہ وہ اس زمین کو ہموار کر کے اپنی ضرورت کے لئے استعمال کرے۔

اجتماعی ملکیت پر فتاویٰ جات اور آراء

بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں جن میں لوگوں کا حق یکساں ہوتا ہے اور وہ اشیاء سب کی اجتماعی ملکیت میں ہوتی ہیں جیسا کہ سمندر و دریا کا پانی اور ان کی مچھلیاں اور خودرو گھاس وغیرہ۔ لیکن ان اشیاء کو اگر انسان محنت کر کے حاصل کر لے تو پھر وہ ان کا انفرادی مالک ہو جاتا ہے۔ البتہ جب تک ان پر محنت کر کے اپنے قبضہ میں نہیں لیا تب تک یہ اشیاء سب کی اجتماعی ملکیت تصور ہوں گی اور ایسی صورت میں سب برابری کی بنیاد پر شریک ہوں گے۔ چنانچہ مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

"تالاب کا پانی اور مچھلیاں زمیندار کی مملوک نہیں ہاں پانی تالاب میں سے لے لینے اور مچھلیاں پکڑنے کے بعد ملک ہو جاتی ہیں" (18)

مذہب فرد کی املاک کے ساتھ ساتھ اس کی محنت کی بھی قدردانی کرتا ہے اور اس کی وجہ سے اس کی ملکیت کو معتبر بھی سمجھتا ہے۔ معلوم ہوا کہ پانی جب تک تالاب میں ہے اور مچھلیاں جب تک پانی میں ہیں اس وقت تک ان کا کوئی بھی مالک نہیں ہوتا لیکن جب کوئی محنت کر کے پانی تالاب سے اور مچھلیاں پانی سے حاصل کر لے اور انہیں اپنی ذاتی ملکیت میں لے لے تو وہ ان کا مالک ہو جائے گا۔ اور قاعدہ ہے کہ مباح الاصل اشیاء کا کوئی ذاتی طور پر مالک نہیں ہوتا بلکہ یہ اجتماعی ملکیت کے زمرے میں آتی ہیں۔ ہاں اگر کوئی محنت کر کے ان مباح الاصل اشیاء کو اپنے لئے خاص کر دے اور اپنی ذاتی ملکیت میں لے لے تو یہ شخص ان اشیاء کا ذاتی مالک سمجھا جائے گا۔

مفتی رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ "فتاوی رشیدیہ" میں اس سوال کے جواب میں کہ "کیا دریا کا مالک ماہی گیر سے مچھلیاں لے سکتا ہے؟" تحریر فرماتے ہیں:

"مالک دریا کا مالک مچھلیوں کا نہیں اور اس کو لینا درست نہیں" (19)

واضح ہوا کہ دریا کا مالک ماہی گیر سے دریا کی ملکیت کی وجہ سے مچھلیاں جبری نہیں لے سکتا اس لئے کہ ماہی گیر نے اپنی محنت اور مشقت سے مچھلیوں کو حاصل کیا ہے جن کا اس سے پہلے کوئی مالک نہیں تھا۔

مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

"پہاڑوں کو علاقہ وار اس طرح تقسیم کرنا کہ ایک قوم کے مواشی دوسری قوم کی چراگاہ میں نہ جا سکیں جائز نہیں، معاوضہ لینا اور بھی شدید ظلم ہے۔ تمام پہاڑی علاقوں میں اور اس کی گھاس میں تمام مسلمان برابر کے شریک ہیں۔

ارض مباحہ تو درکنار اپنی مملوکہ زمین کی خودرو گھاس سے بھی کسی کو روکنا جائز نہیں۔ اگر مالک زمین میں داخل نہ ہونے دے تو اس پر لازم ہے کہ گھاس کاٹ کر طالب کے حوالہ کرے" (20)

انتہائی وضاحت کے ساتھ اجتماعی ملکیت کا حکم بیان کیا گیا کہ کسی فرد کو اس بات کا حق حاصل نہیں ہے کہ وہ کسی کو ایسی اشیاء کے استعمال سے روکے۔ خودرو گھاس سے متعلق بھی بتلایا گیا کہ اگر اپنی مملوکہ زمین میں بھی یہ ہوگی تو اجتماعی ملکیت میں سے شمار ہوگی۔ اگر کوئی اسے کاٹ کر لینا چاہے تو زمین کا مالک منع نہیں کر سکتا۔

قدرتی چشمہ سے پائپ لائن کھینچ کر کسی نے پانی حاصل کیا تو مالک اس پر کتنا اختیار حاصل ہوگا؟

مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

"اس کی پائپ لائن میں پانی آنے سے وہ شخص اس کا مالک ہو گیا۔ لہٰذا اسے پانی بند کرنے کا اختیار ہے مگر مسجد سے پانی روکنا مروت کے خلاف ہے۔ البتہ براہ راست چشمہ سے پانی لینے کا ہر شخص کو حق حاصل ہے، اس سے روکنے کا کسی کو اختیار نہیں"(21)

گویا چشمہ اجتماعی ملکیت کے تحت آتا ہے لیکن اگر کوئی شخص محنت کر کے اس میں سے اپنے لئے پائپ لائن کے ذریعے پانی لینا چاہے تو اسے اس کا حق حاصل ہے، اور اس صورت میں وہ شخص اس پائپ لائن کا اور اس میں آنے والے پانی کا مالک ہوگا۔ سائل کے سوال میں یہ بات پوچھی گئی کہ کیا ایسا آدمی مسجد سے اپنا یہ پانی روکنے کا اختیار رکھتا ہے؟ تو اس پر اسے یہ جواب دیا گیا کہ ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے لیکن پھر بھی اگر وہ اس طرح کرتا ہے تو اس کے پاس اس کا اختیار ہے۔

اجتماعی ملکیت کے زمرے میں آنے والی اشیاء میں اگر کوئی شخص محنت کر کے کچھ اس میں سے لے لے اور وہاں سے الگ کر لے تو وہ شخص اس کا مالک ہو جائے گا۔ اسی بات کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ مچھلیوں کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

"ایک صورت یہ ہے کہ مچھلی پکڑ کر یا خرید کر تالاب میں چھوڑے اس کا حکم یہ ہے کہ وہ مچھلی اور اس کی نسل سب اس چھوڑنے والے کی مملوک ہیں، دوسرے کو بلااذن پکڑنا درست نہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ خود پکڑ کر یا خرید کر نہیں چھوڑی لیکن مچھلیوں کے آنے کی کوئی خاص تدبیر کی ہے یا آجانے کے بعد ان کے روک لینے کا کوئی خاص سامان کیا ہے، اس کا حکم یہ ہے کہ اس اعداد اور اس سامان انسداد سے بھی اس شخص کی ملک ہو جاتی ہے۔ مگر صرف نیت کر لینے کو اعداد نہ کہیں گے، لأن معناہ سامان کردن لا محض قصد کردن۔ تیسری صورت یہ کہ ان دونوں صورتوں میں سے کوئی صورت نہیں ہوئی بلکہ قدرتی طور پر مچھلیاں پیدا ہو گئیں یا آگئیں، نہ ان کو جمع کرنے کا کوئی اہتمام کیا اور نہ ان کو منع یعنی روک دینے کا کوئی انتظام کیا، اس کا حکم یہ ہے کہ قبل پکڑنے کسی کی ملک نہ ہوگی"(22)

معلوم ہوا کہ جب تک اس شے کے حصول میں ذاتی کوئی عمل دخل نہ پایا جائے تب تک وہ شے اجتماعی ملکیت میں سے شمار ہوتی ہے، لیکن اگر محنت کر کے وہ شے اپنی ذاتی ملکیت میں لے لی جائے تو پھر متعلقہ شخص اس کا شرعاً مالک ہو جاتا ہے۔ اور پھر اس کا حکم وہی ہوتا ہے جو ذاتی املاک کا ہوتا ہے۔

انہی مباح اشیاء کے حوالے سے مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ مزید تحریر فرماتے ہیں:

"کلاء یعنی خودرو گھاس مباح الاصل ہے خواہ مملوک زمین میں ہو یا غیر مملوک میں لقولہ علیہ السلام الناس شرکاء فی الثلٰث الماء والکلاء والنار وفی

روایۃ الطبرانی المسلمون شرکاء فی الثلث الخ ہاں اگر مملوکہ زمین میں کوئی پانی دے کر گھاس اگائے اور اس کی پرورش کرے تو اکثر فقہاء کے نزدیک مالک ہو جاتا ہے اور اس کی بیع و شراء جائز ہو جاتی ہے۔ اور بعض فقہاء کے نزدیک پانی دینے اور تربیت کرنے سے بھی مالک نہیں ہوتا وھو مختار القدوری، کیونکہ حصول ملک کے لئے حیازۃ یعنی اپنے قبضے میں کرنا شرط ہے اور پانی دینا ان کے نزدیک حیازۃ نہیں۔ پس ان لوگوں کے قول پر گھاس کاٹ لینے سے مملوک ہو گی"(23)

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد بیان کر کے اس بات کی وضاحت کی گئی کہ تین قسم کی اشیاء ایسی ہیں جن میں لوگوں کی اجتماعی ملکیت ہوتی ہے اور انفرادی طور پر انسان تب ان اشیاء کا مالک ہو سکتا ہے جبکہ وہ ان اشیاء کو اپنی محنت سے حاصل کر لے۔ یہ بھی اس بات کا ثبوت ہے کہ انسان اپنی ذاتی ملکیت میں اشیاء رکھ سکتا ہے۔

خلاصہ بحث:

انفرادی اور اجتماعی ملکیت کے بارے میں علمائے پاک وہند کیا فرماتے ہیں؟ یہ تفصیل کے ساتھ ذکر ہو چکا کہ اشیائے منقولہ ہوں یا غیر منقولہ، اشیائے صرف ہوں یا ذرائع پیداوار، انسان ان تمام اشیاء کو اپنی ملکیت میں لینے کا مکمل اختیار رکھتا ہے۔ اور اس سلسلے میں اشیائے منقولہ، غیر منقولہ، اشیائے صرف اور ذرائع پیداوار کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ اور حکومت کے لئے بھی جائز نہیں کہ کسی فرد کی ذاتی ملکیت میں دخل اندازی کرے اور اس سے وہ اشیاء غصب کرنے کی کوشش کرے، ورنہ یہ سراسر ظلم ہو گا۔ اور مباح الاصل اشیاء یعنی دریاؤں اور سمندروں وغیرہ کا پانی، مچھلیاں، گھاس اور جنگلات کی لکڑیوں وغیرہ کا انسان ذاتی طور پر تب مالک سمجھا جائے گا جب وہ محنت کر کے ان اشیاء کو حاصل کر لے اور ان پر اپنی ملکیت قائم کر لے۔

البتہ حکومت اس سلسلے میں مالک سے یہ پوچھنے کا اختیار رکھتی ہے کہ ان اشیاء کے حصول کے ذرائع کیا ہیں؟ اور جو مباح الاصل اشیاء ہیں ان کے حوالے سے ملکی ایک نظم پایا جاتا ہے جو کہ یقینا مفاد عامہ کی خاطر ہی ہے۔

مثال کے طور پر شرعیقانون کی رو سے سمندروں، دریاؤں اور چشموں کا پانی اجتماعی ملکیت میں سے ہے، اگر کوئی اس میں نہر کھود کر لے جانا چاہتا ہے تو لے کر جا سکتا ہے لیکن اگر مفاد عامہ کی وجہ سے حکومت اس بات کی اجازت نہ دے اور اس پر پابندی لگا دے تو اس کی گنجائش موجود ہے۔ اسی طرح از روئے شرع ہر شخص مچھلیاں پکڑنے کا اختیار رکھتا ہے لیکن حکومت اس کے لئے لائسنس کے حصول کو لازمی سمجھتی ہے۔ جنگلات کی لکڑیاں کاٹنے کے لئے بھی حکومت کی طرف سے لائسنس کا حصول لازمی ہے۔ تو اس قسم کے حکومتی احکامات اگر ملک و قوم کے مفاد میں ہوں تب تو ان احکامات کو درست تسلیم کیا جا سکتا ہے ورنہ بصورت دیگر یہ وہاں کے رہنے والوں کے ساتھ زیادتی تصور کی جائے گی۔

حوالہ جات :

(1) عثمانی، محمد تقی، مفتی، ملکیت زمین اور اس کی تحدید، کراچی، مکتبہ دار العلوم، 1425ھ، صفحہ 22
(2) چاٹگامی، عبد السلام، مفتی، جواہر الفتاوی، کراچی، اسلامی کتب خانہ، 1408ھ، صفحہ 548، جلد ۲

(3) دہلوی، کفایت اللہ، مفتی، کفایت المفتی، کراچی، دارالاشاعت، 2001ء، صفحہ 338، جلد ۷

(4) سیوہاروی، حفظ الرحمن، مولانا، اسلام کا اقتصادی نظام، لاہور، ادارہ اسلامیات، 1984ء، صفحہ 282

(5) عثمانی، محمد تقی، مفتی، عدالتی فیصلے، کراچی، ادارہ اسلامیات، 1420ھ، صفحہ 19

(6) مودودی، سید، ابوالاعلی، معاشیات اسلام، لاہور، اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ، 1996ء، صفحہ 148

(7) گنگوہی، محمود الحسن، مفتی، فتاوی محمودیہ، کراچی، کتب خانہ مظہری، 2003ء، صفحہ 174، جلد ۴

(8) کفایت المفتی، کتاب الوقف، صفحہ 53

(9) ایضاً، صفحہ 59

(10) جالندھری، خیر محمد، مولانا، خیر الفتاوی، باب ما یتعلق باحکام المسجد، ملتان، روحانی آرٹ پریس، 1411ھ، صفحہ 726، جلد ۲

(11) فتاوی دارالعلوم دیوبند، کراچی، دارالاشاعت، 2001ء، صفحہ 675، جلد دوم

(12) کفایت المفتی، صفحہ 122

(13) جواہر الفتاوی، صفحہ 552

(14) ایضاً، صفحہ 560

(15) فتاوی دارالعلوم دیوبند، صفحہ 679

(16) ایضاً

(17) خیر الفتاوی، باب الجنائز، صفحہ 160

(18) کفایت المفتی، کتاب الحظر والاباحۃ، صفحہ 185، جلد ۹

(19) گنگوہی، رشید احمد، مفتی، فتاوی رشیدیہ، کراچی، قدیمی کتب خانہ، س ن، صفحہ 571

(20) لدھیانوی، رشید احمد، مفتی، احسن الفتاویٰ، کراچی، ایچ ایم سعید کمپنی، 1418ھ، صفحہ 188، جلد ۸

(21) ایضاً، صفحہ 464

(22) تھانوی، اشرف علی، مولانا، امداد الفتاویٰ، کراچی، مکتبہ دارالعلوم، 1413ھ، صفحہ 49، جلد ۳

(23) کفایت المفتی، صفحہ 184

REFERENCES

(1) Usmani,Muhammad Taqi,Mufti, **Milkiyat e zameen or us ki Tahdeed**, Karachi, Maktabah Dar ul Uloom, 1425h, P: 22

(2) Chatgami, Abd us Salam, Mufti, **Jawahir ul Fatawa**, Karachi, Islami Kutubkhana,1408h, p:548, Vol: 2

(3) Dhelvi, Kifayat Ullah, Mufti, **Kifayat ul Mufti**, Karachi, Dar ul Ishaat, 2001, P: 338, Vol: 7

(4) Sioharvi, Hifz ur Rehman, Maulana, **Islam ka iqtisadi nizam**, Lahore, Idarah Islamiat, 1984, P: 282

(5) Usmani, Muhammad Taqi, Mufti, **Adalti Faislay**, Karachi, Iadarah Islamiat, 1420h, P: 19

(6) Maududi, Syed Abul Aala, **Mashiat e Islam**, Islamic Publications Limited, 1996, P: 148

(7) Ganguhi, Mahmood ul Hasan, Mufti, **Fatawa Mahmoodia**, Karachi, Kutub Khana Mazhari, 2003, P:174, Vol:4
(8) **Kifayat ul Mufti**, Kitab ul Waqf, p:53
(9) Previous reference, p:59
(10) Jalandhri, Khair Muhammad, Maulana, **Khair ul Fatawa**, Multan, Rohani Aurts Press, 1411h, P:726, Vol:2
(11) **Fatawa Dar ul Uloom Deoband**, Karachi, Dar ul Ishaat, 2001, P:675, Vol:2
(12) **Kifayat ul Mufti**, P:122
(13) **Jawahir ul Fatawa**, P:552
(14) Previous reference, P:560
(15) **Fatawa Dar ul Uloom Deoband**, P:679
(16) Previous reference.
(17) **Khair ul Fatawa**, P:160
(18) **Kifayat ul Mufti**, P:185, Vol:9
(19) Ganguhi, Rasheed Ahmed, Mufti, **Fatawa Rasheedia**, Karachi, Qadeemi Kutubkhana, P:571
(20) Ludhianvi, Raasheed Ahmed, Mufti, **Ahsan ul Fatawa**, Karachi,HM saeed Company, 1418, P:188, Vol:8
(21) Previous reference, P:464
(22) Thanvi,Ashraf Ali, Maulana, **Imdad ul Fatawa**, Karachi, Maktabah Dar ul Uloom, 1413h, P:49, Vol:3
(23) **Kifayat ul Mufti**, P:184

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.